عرب جمہوریہ مصر — 9 ذی القعدہ 1440ھ
وزارت اوقاف — 12 جولائی 2019ء

معاشرے کے عام حقوق وآداب

اور اس کی تہذیب کی تعمیر وترقی میں ان کا کردار

اسلام ایک مکمل ضابطہء حیات لے کر آیا ہے جو انسان کے تعلق کو نہ صرف اس کے رب کے ساتھ منظم کرتا ہے بلکہ لوگوں اور پوری کائنات کے ساتھ بھی اس کے تعلق کو منظم کرتا ہے، بیشک شریعتِ اسلامیہ میں ایسے بےشمار قوانین اور آداب ہیں جو معاشرے کی تعمیر وترقی میں کردار ادا کرتے ہیں، **ان آداب میں سے ایک اجازت طلب کرنے کا ادب ہے،** اسلام نے اجازت لینے کو مشروع قرار دیا ہے اور اسے ان اسلامی آداب کا حصہ قرار دیا ہے جو انسان کو خصوصیت عطا کرتے ہیں، اللہ کریم نے ارشاد فرمایا : **{يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتاً غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ}** "اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو، یہاں تک کہ تم ان سے اجازت لے لو اور ان کے رہنے والوں کو سلام کہو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے تاکہ تم غور وفکر کرو"۔ نبی کریم ﷺ نے بھی ہمیں اجازت لینے اور اس کے آداب کی تعلیم دی ہے، اس کے آداب یہ ہے کہ اجازت طلب کرنے والا شخص پہلے سلام کرے، اور پھر اپنا نام ذکر کرے، نبی کریم ﷺ گھر میں تشریف فرما تھے کہ ایک آدمی نے آپ سے اندر آنے کی اجازت طلب کرتے ہوئے کہا : کیا میں داخل ہو جاؤں ؟ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خادم سے فرمایا : باہر اس کے پاس جاؤ اور اسے اجازت لینے کا طریقہ بتاؤ، اور اسے کہو : سب سے پہلے تم سلام کرو اور پھر کہو : کیا میں داخل ہو سکتا ہوں ؟ اس شخص نے آپ ﷺ کو سن لیا اور کہا : السلام علیکم، کیا میں اندر داخل ہو سکتا ہوں ؟ تو نبی کریم ﷺ نے اسے اندر آنے کی اجازت دی اور وہ اندر داخل ہوا"، جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا : میں نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور میں نے

دروازے پر دستک دی تو آپ ﷺ نے فرمایا : (کون ہے ؟) میں نے کہا : میں، آپ ﷺ نے فرمایا : (میں، میں)، گویا کہ آپ ﷺ نے اس بات کو ناپسند فرمایا"۔

اجازت طلب کرنے کے آداب میں سے ایک ادب **نگاہیں نیچے رکھنا** اور **دروازے کے بالکل سامنے کھڑا نہ ہونا** ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا : " نگاہوں کے لئے ہی اجازت طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے "، سعد بن عبادۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے دروازے کے بالکل سامنے کھڑے ہو کر اجازت طلب کی تو نبی کریم ﷺ نے اسے فرمایا: "دروازے کے بالکل سامنے کھڑے ہو کر اجازت طلب نہ کرو"، اور مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی دروازے پر آکر اجازت طلب کرنا چاہتے تو آپ اس کے بالکل سامنے کھڑے نہ ہوتے بلکہ اس کے دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہو جاتے، اور اگر اجازت مل جاتی تو بہتر ورنہ واپس چلے جاتے"۔

جن عام آداب کی اسلام نے ترغیب دی ہے ان میں **عام جگہوں اور راستوں کے آداب** بھی شامل ہیں، اسلام نے راستے کا ایک حق مقرر کیا ہے جس کو ادا کرنا ضروری ہے، نبی کریم ﷺ نےفرمایا : " راستوں میں مت بیٹھو " صحابہ نے عرض کی : اے اللہ کے رسول ہمارا یہ بیٹھنا ضروری ہیں جن میں ہم بات چیت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا : " اگر تمہارا یہ بیٹھنا ضروری ہی ہے تو راستے کو اس کا حق دو "، انہوں نے عرض کی : اس کا حق کیا ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا : نگاہیں نیچے رکھنا، تکلیف دہ چیز کو دور کرنا ، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا "، اور آپ ﷺ نے فرمایا : " ایمان کے ساٹھ یا ستر شعبے ہیں، اس کا افضل ترین شعبہ لاالہ الا اللہ کہنا ہے اور ادنی ترین شعبہ راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے، اور حیا ایمان کا ایک شعبہ ہے"، عام راستے یا مقامات استعمال کرنے والے شخص کے لئے ضروری ہے کہ وہ آواز بلند نہ کرے، یا پریشان کرنے والی بلند آواز میں گفتگو نہ کرے، پریشان کرنے والی آواز

میں مت ہنسے، گندگی راستے میں نہ پھینکے اور اس کے لئے متعین جگہوں میں رکھے، بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو دور کرے، اسی طرح اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ راستے بند نہ کرے، نہ نگاہ سے گزرنے والوں کو تکلیف دے اور نہ ہی گزرنے والوں کو باتوں کے ذریعے یا عملی طور پر ہراسا کرے ۔

اسی طرح ان آداب میں سے صفائی کے آداب بھی ہیں، اسلام نے جسم، کپڑے اور جگہ کی طہارت اور صفائی کو اپنے شرعی احکامات کا جزو لا ینفک قرار دیا ہے جو کہ بحثیت انسانی طرزِ عمل اور تہذیبی قدر کے اس کی اہمیت کے مناسب ہے، اسلام نے چند آداب کی ترغیب دی ہے جو انسان کو ایک عمدہ اور پاکیزہ وضع قطع کا حامل بنا دیتے ہیں کہ لوگ اس سے دور نہیں بھاگتے، اللہ نے ان مومنین کی تعریف کی ہے جو اپنے جسموں اور اپنے ظاہر وباطن کو پاک کرنے کی پابندی کرتے تھے، اللہ تعالی نے فرمایا : {إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ} "بیشک اللہ بہت توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور خوب پاکیزگی اختیار کرنے والوں سے محبت کرتا ہے"۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا : " اللہ تعالی پاک ہے پاکی کو پسند کرتا ہے"، اور فرمایا : " پاکیزگی آدھا ایمان ہے "، آپ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا جس کے بال بکھرے ہوئے ہیں تو آپ نے فرمایا : " کیا اس شخص کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کے ذریعے اپنے بالوں کو سَنوارے ؟" اور آپ ﷺ نے ایک اور شخص کو دیکھا جس کے جسم کے گندے کپڑے تھے تو آپ نے فرمایا : " کیا اس کے پاس ایسی چیز نہیں ہے جس سے اپنے کپڑے دھوئے"۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے **دانتوں کی صفائی** کی ترغیب دی کیونکہ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ انسان کے منہ سے عمدہ خوشبو آئے اور وہ اپنے دوسرے بھائی کو اپنے منہ کی بدبو کی وجہ سے تکلیف نہ ہو کہ لوگ اس سے دور

ہو جائیں، آپ ﷺ نے فرمایا : " اگر میں اپنی امت یا لوگوں پر دشوار نہ سمجھتا تو میں ضرور انہیں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا "۔

اسی طرح **ان آداب میں سے باہمی مکالمے کے آداب** بھی ہیں، مکالمہ باہمی تعارف اور افکار ونظریات کی اصلاح کرنے کا ذریعہ شمار ہوتا ہے اسلام نے بغیر کسی پریشانی اور پابندی کے حق اور ہدایت تک رسائی حاصل کرنے کے لئے تمام لوگوں کے درمیان باہمی مکالمے کے دروازے کو کھولا ہے، لیکن باہمی مکالمہ دوسرے کے بارے طعن وتشنیع کرنے یا ان کا مذاق اڑانے یا ان کی تذلیل کرنے سے دور ہونا چاہیے، اللہ تعالی نے فرمایا : {**وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ**} " اور ان سے بحث ایسے انداز سے کریں جو نہایت عمدہ ہو " اور دوسری جگہ فرمایا : {**وَقُلْ لِعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ**} "اور آپ میرے بندوں کو فرما دیں کہ وہ ایسی بات کیا کریں جو بہتر ہو"۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا : "مومن نہ تو لعن طعن کرنے والا ہے اور نہ ہی فحش گو اور گھٹیا گفتگو کرنے والا ہے"، باہمی مکالمہ صورتحال کے تقاضے کا لحاظ رکھتے ہوئے حقیقت پسندی اور علم کی بنیاد پر اچھے طریقے سے ہونا چاہیے۔

خبروں کی تحقیق کرنا اور ان کو آگے نقل کرنے میں آہستہ روی اختیار کرنا بھی ان آداب میں شمار ہوتا ہے، اللہ تعالی نے فرمایا : {**يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَى مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ**} "اے ایمان والو ! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو خوب تحقیق کر لیا کرو (ایسا نہ ہو) کہ تم کسی قوم کو لاعلمی کوئی تکلیف پہنچا بیٹھو، پھر تم اپنے کئے پر پَچھتاتے رہو"۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "آہستہ روی اللہ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے " اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : " آدمی کے لئے یہ جھوٹ ہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی بات کو آگے بیان کر دے"۔ **افواہیں نہ پھیلانا اور اسی میں ہی مشغول نہ رہنا** بھی ان آداب میں سے ہے، کیونکہ اس کو بار بار بیان کرنا ہی اس کو عام

کرنے اور پھیلانے میں کردار ادا کرنا ہے، جھوٹی اور من گھڑت باتیں زیادہ عام ہو جاتی ہیں جب انہیں بیان کرنے والی زبانیں، سننے والے کان اور قبول کرنے اور ان کی تصدیق کرنے والے لوگ ملے جاتے ہیں، اللہ تعالی نے فرمایا : {إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُمْ مَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ} "جب تم اس (بات) کو اپنی زبانوں پر لاتے رہے اور اپنے منہ سے وہ کچھ کہتے رہے جس کا تمہیں کوئی علم نہ تھا اور تم اس کو معمولی بات خیال کر رہے تھے حالانکہ وہ اللہ کے حضور بہت بڑی ہے"۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا : " جو شخص اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے، جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مہمان کی عزت وتوقیر کرنی کرے، اور جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے"۔

اسلام نے جن عام آداب کی تعلیم دی ہے ان میں سے ایک ادب آواز کو پست رکھنا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان بالخصوص اپنے سے بلند مرتبہ اور معزز ومکرم شخصیت کی موجودگی میں عادی مقدار سے اپنی آواز کو بلند نہ کرے، قرآن کریم میں لقمان حکیم کی وصیتوں میں مذکور ہے : ﴿وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ﴾ "اور اپنے چلنے میں میانہ روی اختیار کر، اور اپنی آواز کو پست رکھا، بیشک سب سے بری آواز گدھے کی آواز ہے"۔ اور اللہ تعالی نے ان لوگوں کی تعریف کی ہے جو اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اور بالخصوص حضور ﷺ کی بارگاہ میں پست رکھتے ہیں، اللہ تعالی نے فرمایا : ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ﴾ " بیشک جو لوگ رسول اللہ کی بارگاہ میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقوی کے لئے چن کر خاص کر لیا ہے، ان ہی کے لئے بخشش ہے اور اجر عظیم ہے"۔

ان آداب میں سے ایک ادب بھٹکے ہوئے کی راہنمائی کرنا ہے، اس کا مطلب اس کی صحیح راہ کی طرف راہنمائی کرنا یا اس کے ساتھ کسی راہنما کو بھیجنا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : " راستوں میں مت بیٹھو" صحابہ نے عرض کی : اے اللہ کے رسول ہماری یہ نشست گاہیں ضروری ہیں جن میں ہم بات چیت کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا : " اگر تمہارا یہ بیٹھنا ضروری ہی ہے تو راستے کو اس کا حق دو "، انہوں نے عرض کی : اس کا حق کیا ہے ؟ آپ ﷺ نے فرمایا : نگاہیں نیچے رکھنا، تکلیف دہ چیز کو دور کرنا ، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا اور بھٹکے ہوئے کی راہنمائی کرنا"۔

برادرانِ اسلام!

اسلام میں کچھ اور آداب بھی ہیں جو بڑی اہمیت کے حامل ہیں اور ایک مسلمان کا ان سے متصف ہونا ضروری ہے، ان آداب میں سے **مظلوموں کی مدد کرنا ہے**: اسلام نے اسے افضل ترین اور اعلی ترین اعمال میں شمار کیا ہے، ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہر وہ دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے اس میں مومن کو صدقہ دینا ہے، عرض کی گئی : اے اللہ کے رسول، ہمارے پاس صدقے کے لئے مال کہاں ہے جس کے ذریعے ہم صدقہ کریں ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا : نیکی کے دروازے بہت زیادہ ہیں : تسبیح وتحمید، تکبیر وتہلیل، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا، تمہارا راستے سے تکلیف دہ چیز دور کرنا، بہرے کو بات سمجھنا، اندھے کو راہ بتانا، اپنی ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کرنے والے کی راہنمائی کرنا، ضرورت مند مظلوم کے ساتھ اپنے قدموں سے چل کر اس کی مدد کی کوشش کرنا، کمزور شخص کی مدد کرنا، یہ سب کا سب تیری طرف سے اپنے اوپر صدقہ ہے"۔ (صحیح ابن حبان)۔

اسی طرح **ان آداب میں سے کمزوروں اور ضرورت مندوں کی مدد کرنا**: سماجی کفالت زندگی میں توازن پیدا کرنے کے لئے غریب شخص سے پہلے

امیر شخص کے لئے فائدہ مند ہے، اس کی دلیل امام علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان ہے: "اللہ تعالی نے امیر لوگوں کے اموال میں غریبوں کا رزق فرض کیا ہے، غریب آدمی صرف امیر آدمی کے بخل اور لالچ کی وجہ سے ہی بھوکا رہتا ہے اور اللہ تعالی اس کے بارے میں ان سے سوال کرنے والا ہے"، یہ سرپرستی قومی سرمائے میں ایک بہت بڑا اضافہ ہے کہ ان کی سرپرستی اور دیکھ بھال کرنا ان کا حق اور معاشرے کا فرض ہے، بیشک اللہ کریم شکستہ دلوں کے قریب ہے، اس کے بندوں پر رحم کرنے والوں پر بڑا مہربان ہے ، اس کی بارگاہ میں کوئی نیکی حقیر نہیں ہے اگرچہ وہ اچھی بات ہی کیوں نہ ہو، آپ ﷺ نے فرمایا : " تم کسی نیکی کو حقیر مت سمجھو اگرچہ وہ نیکی تمہارا اپنے بھائی کو خندہ پیشانی کے ساتھ ملنا ہی کیوں نہ ہو"، اور آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہارے کمزور لوگوں کی وجہ سے ہی تمہاری مدد کی جاتی ہے اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے"، اللہ تعالی اس وقت تک اپنے بندے کی مدد کرتا رہتا ہے جب تک وہ بندے اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے ۔

اور ان آداب میں سے ایک ادب بزرگ آدمی کا احترام کرنے، اس پر شفقت ومہربانی کرنے اور اس پر دست درازی نہ کرنے کے ذریعے اس کی عزت و توقیرکرنا ہے: اس کے بڑھاپے اور اسلام میں سبقت لے جانے کا لحاظ رکھنا، اس کی قدر ومنزلت کو پہچاننا، اور بڑا شخص بھی چھوٹوں پر رحمت وشفقت کرنے اور اس کے ساتھ نرمی برتنے کا پابند ہے، آپ ﷺ نے فرمایا : " جو مسلمان بزرگ شخص کااحترام کرتا ہے اللہ کریم اس کے ہم عمر لوگوں میں سے اس کا احترام کرنے والا شخص مقرر کر دیتا ہے"، اور یہ اسلام کی عظمت، اس کی رحمت ونرمی، اس کے عدل وانصاف اور اس کا انسان کی عزت وتکریم کا اہتمام کرنے کے مظاہر ہیں، نبی کریم ﷺ نے بزرگ شخص، حاملِ قرآن اور عادل حاکم کے ساتھ ادب کو حق سبحانہ وتعالی کی تعظیم وتوقیر کا ایک مظہر قرار دیا ہے، آپ ﷺ کا فرمان ہے: "بزرگ مسلمان، معتدل حاملِ قرآن اور عادل بادشاہ کی عزت وتوقیر کرنا درحقیقت اللہ تعالی کی تعظیم وتوقیر کرنا ہے"، اور آپ ﷺ کا فرمان ہے : "

وہ شخص ہم میں سے ہی نہیں ہے جس نے ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کیا، ہمارے بڑے کا احترام نہ کیا، نیکی کا حکم نہ دیا اور برائی سے نہ روکا "۔

اسلام کی سماحت وروداری کی صحیح سمجھ یہ شرط نہیں لگاتی کہ وہ بزرگ شخص مسلمان ہو، مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک یہودی گھرانے پر صدقہ کیا اور یہ برقرار رکھا جائے گا، سیدنا عمر بن عبد العزیز بصرہ میں اپنے گورنر کے نام خط لکھتے ہیں کہ : تم اپنے ہاں ان ذمی لوگوں کو دیکھوں جو عمرِ رسیدہ ہو گئے ہیں اور ان کی قوت کمزور ہو گئی ہے اور ان کے پاس کمائی کے ذرائع بھی نہیں رہے اور ان کےلئے بیت المال سے اتنا وظیفہ مقرر کر جو ان کے لئے کافی ہو ۔

معاشرے کا اپنے بیٹوں پر حق ہے کہ وہ اس کی عام مصلحتوں کا خیال رکھیں، اگر ہم مثال کے طور پر بڑھتی ہوئی آبادی کے مسئلہ کو لیں تو ہم دو باتوں کی تاکید کرتے ہیں :

پہلی بات یہ ہے کہ بعض لوگ اپنے آپ کو دیکھتے ہیں جب وہ مالی طور پر غنی اور قدرت رکھتے ہوں، حالانکہ یہ صرف مالی قدرت واستطاعت ہی نہیں ہے بلکہ یہ مالی، تربیتی اور دیکھ بھال کے تمام پہلوؤں کو شاملِ قدرت واستطاعت ہے اور نہ ہی یہ صرف شخصی قدرت واستطاعت ہے بلکہ یہ ایک ایسا کام ہے جو افراد کی صلاحیتوں کو تجاوز کرتے ہوئے ان خدمات کو مہیا کرنے میں ملکوں کے وسائل تک پہنچ جاتا ہے جن خدمات کو ایک فرد کا بذاتِ خود اپنے لئے بھی مہیا کرنا ناممکن ہے، ملکوں کے ذرائع ایک اہم عامل ہے جس کو آبادی کے تمام پہلوؤں میں اپنے پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے، جو شخص صرف اپنے لئے جئے وہ توپیدا ہونے کا بھی مستحق نہیں ہے، غیر منظم بڑھتی ہوئی آبادی کے اثرات صرف افراد اور خاندانوں پر ہی مرتب نہیں ہوتے بلکہ یہ ان ممالک کے لئے بہت بڑا خطرہ بن جاتے ہیں جو آبادی کے مسائل کو حل کرنے میں علم کے ذرائع اختیار نہیں کرتے، اس مسئلہ میں تنگی اور وسعت کو ملکوں کے حالات اور ان

کے عام وسائل سے الگ کر کے صرف افراد کے معیار پر نہیں پرکھا جا سکتا ۔

دوسری بات یہ ہے کہ مضبوط کم آبادی اس کمزور اور نحیف زیادہ آبادی سے زیادہ بہتر ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے کہا ہے کہ یہ سیلاب کے پتوں اور تِنکوں کی طرح ہے، کیونکہ کثرتِ آبادی کمزوری یا جہالت یا تہذیب کی گاڑی سے پیچھے رہ جانے کا سبب بنتی ہے اوریہ ایک ایسا بھاری بوجھ ہے جسے ریاست کے ذرائع آمدنی اور وسائل برداشت کرنے اور اس کے تقاضوں کو پوراکرنے کے متحمل نہیں ہے، یہ کثرت جس کو نبی کریم ﷺ نے سیلاب کے پتے اور تنکے قرار دیا ہے ان میں کوئی فائدہ یا نفع نہیں ہے بلکہ یہ کثرت نقصان دہ ہے ۔

اے اللہ ! ہمیں اعلی اخلاق کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین